فضائلِ عمامہ

علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ

پروفیسر فقیر محمد عطاری

قطب مدینہ پبلشرز

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ الحمد للہ الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ الی الخاصہ والعامہ وھدانا الی محبتہ الکریم بالحجۃ التّامہ و اصلوٰۃ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ المظلّل بالغمامہ والمنزل لا عانۃ الملائکۃ مومن بالعمامہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اولی العز و الکرامہ

دَورِ دُنیا آخری چکّر میں ہے۔ لیکن اِنسان نشۂ غفلت میں چکنا چور ہے۔ حالانکہ تھوڑی دیر کیلئے غور وفکر کرنے پر یقین ہو جاتا ہے کہ اس فانی جہاں سے لازماً کوچ کرنا ہے اور ایسے ملک میں جانا ہے جہاں سے واپس لوٹنے کی تمام اُمیدیں منقطع ہوگئی ہیں پھر یہ عقیدہ ہر مسلمان کے دل میں راسخ ہے کہ مرنے کے بعد اعمال کام آئیں گے اور سب سے بڑا نیک عمل شہادت فی سبیل اللہ ہے لیکن شہادت کہاں سے اور کیسے یہ ایک سخت مشکل امر ہے لیکن اُمت کے شفیق نبی علیہ السلام نے خوش خبری سنائی ہے کہ جو کسی سنّتِ نبوی کو زِندہ کرے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

آج کل پگڑی باندھنے کی سنّت مردہ ہو چکی ہے اسے زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا اجر وثواب نصیب ہوتا ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ خود پگڑی باندھیں اور اپنے حلقۂ اثر میں سختی سے پابندی کرائیں۔

فقیر اپنے دَور کے علماء مقتدر، مفتیین، مدرسین، واعظین، مشائخ طریقت، سجادہ نشینوں اور عوام سے اپیل کرتا ہے کہ خدارا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کریں اور اپنے ماتحتوں سے عمل کرائیں تا کہ ہر سنت تا قیامت زِندہ وتابندہ ہو۔ اس سے قیامت میں اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوگا۔ وما علینا الّا البلاغ المبین

فقیر اُویسی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

استفتاء

بخدمتِ اقدس حضور مولانا مفتی محمد فیض احمد اُویسی قادری شیخ التفسیر والحدیث دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

السلام علیکم...... کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت والجماعت اس مسئلہ میں کیا بغیر عمامہ (پگڑی) یا ٹوپی کے ساتھ یا ٹوپی پر رومال باندھ کر امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور جو امام مسجد قصداً بغیر عمامہ ٹوپی کے ساتھ امامت کرے اُس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا خلافِ سنّت مطہرہ ہے یا نہیں۔ تمام باتوں کا کتاب وسنّت اور کتب حنفیہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ثواب حاصل کریں۔

فقط والسلام

سائل تاج محمد صدیقی قادری یکہ تُوت پشاور

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ' ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

ہمارے دَور میں ہم چوں من دیگرے نیست کا مرض زوروں پر ہے وہ مسائل شرعیہ جن کیلئے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کبھی اختلاف کا نام نہ لیتے تھے آج وہ توڑ مروڑ کی زد میں ہیں اور ہر شخص متجدد بن کر اپنی رائے کے مطابق دلائل دیتا ہے اس سے مسائل کی حقیقت روپوش ہوکر رہ جاتی ہے اور متجد دین کی کاروائی سے سنت مطہرہ نیم بسمل ہوجاتی ہے۔ کسے معلوم نہیں کہ عمامہ (پگڑی) باندھنا حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً ضروریات دین کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور اس میں کسی مذہب والے کو اختلاف بھی نہیں ہے سوائے ماڈرن مسلم کے کہ جسے مغربیت چھوگئی اور اس کے جادو میں ایسا پھنسا ہے کہ اُلٹا اس پھنس پھنساؤ کو نہ صِرف اپنی نَجات سمجھتا ہے بلکہ اس پر نازاں وفرحاں ہے۔ ورنہ اہلِ علم خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں علمی لحاظ سے سب مانتے ہیں کہ عمامہ پگڑی باندھنا سنّت ہے اور صِرف ٹوپی کافروں کی وضع ہے۔

چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ، ج ۴ ص ۴۲۷ میں ہے: لم یرو انہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا ذِی المشرکین یعنی ہرگز مروی نہیں کہ حضور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو معین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

اسی شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ لکھتے ہیں: ھذا کلہ یدل علیٰ فضیلۃ العمامۃ مطلقاً نعم مع القلنسوۃ افضل و لبسھا و حدھا مخالف للسنۃ کیف رھی ذی الکفرۃ و کذا المبتد قہ فی بعض البلدان ان سب سے عمامہ کی فضیلت سے مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ ٹوپی کے بغیر ہو ہاں ٹوپی کیساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلافِ سنّت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد میں اہل بدعت کی وضع ہے اور پھر ٹوپی پر رومال اوڑھنا۔

اس کے متعلق اِن شاءَ اللہ آخر میں عرض کیا جائے گا۔

جب دلائل سے اپنی جگہ ثابت ہے کہ پگڑی (عمامہ) پہننا سنت اور وہ بھی سنت لازمہ دائمہ کہ کبھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اس کے خلاف ننگے سر یا ٹوپی یا رومال وغیرہ ثابت نہیں۔ لیکن ہمارے دور میں مرض عام بعض علماء و پیر کہلوانے والوں میں عام ہے اور عوام میں معدوم لیکن وہ عوام جوان صاحبان سے متعلق ہوتے ہیں ان میں بھی یہ مرض پایا جاتا ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا اتباع کرتے ہیں حالانکہ وہ اتباع دراصل اپنی طبیعت کا ہوتا ہے اور بوجہ علم کے اس کے دلائل احادیث و مسائل فقہ کے بعض جزئیات سے تلاش کر لئے جاتے ہیں مثلاً کسی کو عمدہ غذا کا شوق ہے تو اس نے اپنی شیخی بحال رکھنے کیلئے یہ حدیث پیش کر دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بھی تو عمدہ غذا تناول فرمائی ہے چنانچہ ایک فارسی نے آپ کو دعوت دی تھی اور عمدہ گوشت پکایا تھا۔ اسی طرح کسی کو عمدہ لباس کا شوق ہے تو اس نے اپنے دعویٰ پر حدیث پیش کر دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں کسی بادشاہ نے ایک جبہ ہدیہ کیا تھا جس کی آستین وغیرہ میں ریشم کی گوٹ تھی اور آپ نے وہ جبہ زیب تن فرمایا تھا۔ کسی کو رؤسا و امراء کی خوشامد کی عادت ہے اس نے تالیف قلوب کے واقعات سنا دیئے۔ اسی طرح ایک شخص لنگی پہنتا ہے وہ بس ازار کی حدیث بیان کر دیتا ہے، کوئی پاجامہ پہنتا ہے وہ حدیث ازار میں تاویل کرتا ہے اور کون نہیں مانتا کہ وہ مضامین احادیث میں موجود نہیں لیکن عشق مصطفوی اور اتباع نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا نام نہیں کہ اپنے مطلب کیلئے احادیث کے دلائل بیان کر دیئے بلکہ عشق و اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی حالت پر نگاہ ڈالے کہ کیا واقعی میری یہ حالت حقیقت میں اتباع سنت و عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے یا صرف سنت و حدیث اور مسئلہ شرعی کو محض آڑ بنا لیا ہے۔

ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ حضرات علماء و مشائخ و مفتیانِ دین کے رعیان (باستثناء) اتباع تو کرتے ہیں اپنی طبیعت کے تقاضے کا لیکن طبیعت کو بدل کر سنتِ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چلنا اور اپنی طبیعت پر مشقت ڈالنا بالکل نہیں چاہتے بلکہ کوئی کہے تو اُلٹا گلے لگتے ہیں اور طرح طرح کے الزام تراشتے ہیں پھر اپنی تائید میں علم و حفظ کی مدد سے بہت سی احادیث اور جزئیات فقہ و اقوال سلف چھانٹ کر اپنے دعویٰ کو ثابت کر کے دکھلاتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ایک علامہ صاحب کو ہمارے ایک مخلص دوست نے خفیہ راز میں پوشیدہ طور عرض کیا کہ آپ ہمارے دور کے ایک بہترین علامہ، صاحبِ قلم، بڑے مصنف اور خاندانی لحاظ سے اعلیٰ شخصیت کے مالک ہیں فلہٰذا آپ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام کے مطابق ہی اپنا لباس و خوراک اور طرز و روش وغیرہ سعی فرما دیں تاکہ عوام آپ کی سیرت و صورت سے متاثر ہو کر اسلامی شعور پیدا کریں وغیرہ وغیرہ۔ اب علامہ صاحب بجائے تلقین و نصیحت برادرانہ پر عمل کرنے کے ناصح پر جو تیر برسائے اور ایسی گت بنائی کہ اُسے سن کر بھی شرمائیں یہود، اور نہ صرف دو چار لفظوں میں بلکہ اسّی نوے صفحات کی کتاب لکھ کر سینکڑوں کی تعداد میں عوام تک پہنچائی۔

اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے یا شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام میں بعض افعال و اعمال جو سراپا مصلحتاً یا ضرورتاً کتب احادیث میں موجود ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان پر عمل کرنے سے متبع سنت یا عاشق شریعت سمجھا جائے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس جیسا نفس پرست اور کوئی نہیں ہوگا۔

سوال

اگر کوئی شخص کہے کہ جس نے حدیث شریف پر عمل کیا یا فقہ کی کسی جزئی کا عامل ہو، اسے عامل بالسنۃ نہیں کہا جاسکتا اور وہ قابل ملامت کیوں؟

جواب...... اسے ملامت بایں معنیٰ ہے کہ وہ اپنی طبیعت کے تقاضہ پورا کرنے کے بعد بھی عامل بالسنۃ بننا چاہتا ہے۔ ایسے جیسے کوئی خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہو جانا چاہتا ہے ہم ایسے شخص کو ضرورت کا بندہ تو کہہ سکتے ہیں اور خواہشِ نفسانی پر چل کر مواخذہ اُخروی سے بچنے والا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے شرعاً وعرفاً اس طرح سمجھ آتا ہے۔ مثال کے طور ایک باغ میں پھل بہت قسم کے ہوں اس میں ایک درخت انار کا بھی ہو اور امرود کا بھی ایک درخت اس میں ہو۔ ایک دو ناشپاتی کے ہوں مگر باغ کی نسبت اس پھل کی طرف ہوگی جو اس میں زیادہ ہو مثلاً آم کا ہے تو آم کا باغ کہا جائے گا اگر انگوروں کا ہے تو انگوروں کا باغ مشہور ہوگا۔ اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ اور شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بمنزلہ ایک باغ کے ہیں ان میں ہر قسم کے واقعات اور مسائل ملتے ہیں۔ رُخصت کے بھی عزیمت کے بھی ضرورت و اِجازت کے اور قابل عمل بھی لیکن ان کی طرف نسبت اس کی صحیح ہوگی جو ان کی طرف کثرت سے منسوب ہو ایسے ہی کوئی شخص اپنے منہ میاں مٹھو بن کر عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متبع سنت کہلاتا پھرے، کسی کام کا نہیں جب تک کہ وہ اپنے اندر نبوی عادت ومصطفوی خصلت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جس پر کہ آپ نے دوام فرمایا ہو پیدا نہ کرے۔ ایسے ہی اتفاقی واقعات وحالات پر عمل کرنے کا نام نہ اتباع ہے اور نہ عشق ایسے شخص کی شرعی مثال ایسے ہے کہ سال بھر مال پر قبضہ جمائے رکھے لیکن جب زکوٰۃ کا وَقت قریب پہنچے تو اپنا مال اپنی عورَت یا کسی دوسرے کی ملکیت کر دے پھر اُس کیلئے جب سال ختم ہونے کو آئے تو پھر اپنے قبضہ میں لے لے ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور نہ ہی اس کو زکوٰۃ دینے پر مواخذہ اور وہ شخص ایسی چالاکی کے بعد بھی کہتا پھرے کہ میں متبع شریعت ہوں یا عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پھر ایسے اتباع اور عشق کو حیف۔ اس طرح سے ایک نہیں سینکڑوں مثالیں اور مسائل پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن دانا را اِشارہ کافی اور نادان کو دفتر بھی نادانی۔

اس مختصر تمہید کے بعد حضور نبیٔ پاک، شہ لولاک، سرورِ انبیاء، محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں جن میں عاشق سنت اور متبع سنت وشریعت کو چیلنج ہے کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام سے عشق اور اتباع ہے تو سر پر پگڑی ہوگی ورنہ صرف ٹوپی یا رومال شریف سر کی زینت ہیں تو عشق اور اتباع نہیں بلکہ تقاضائے طبیعت یا جذبہ مصلحت اس میں اگر گناہ یا مواخذہ نہیں تو عشق اور اتباع بھی نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

احادیث مبارکہ

۱......حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرق ما بینا المشرکین العمائم علی القلا نس (رواہ ابوداؤد وفی سنۃ وترمذی)

ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

۲......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

العمامة علی القلنسوة فعل ما بیننا وبین المشرکین یعطی بکل کورة یدورها علیٰ رأسهٖ نوراً

ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

۳......مولا علی وعبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

عمامے عرب کے تاج ہیں۔

٤......حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا لعمائم وضعوا عزهم وفی لفظ وضع اللّٰه (مسند الفردوس)

عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو وہ اپنی عزت اُتار دیں گے۔

۵......امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِیتو المساجد غیر مُعصّبین فان العمائم تیجان المسلمین (رواہ ابن عدی)

مسجدوں میں حاضر ہو کر سر برہنہ نہ رہے اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

٦......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِعتمّوا تزدادوا حلماً (طبرانی معجم کبیر المستدرک وصححہ الحاکم)

عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

۷......حضرت اسامہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِعتمو تزدادوا حلماً و لعمائم یتجان العرب

عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔

(رواہ ابن عدی فی الکامل والبیہقی فی الشعب الایمان والطبرانی وواشار لمنادی الی تقویۃ)

۸......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

العمائم وقار المُؤمن و عز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها وضعت عزها

عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عمامے اتار دیں تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ (رواہ الدیلمی عن عمران ابن حصین)

۹......حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تزال اُمتی علی الفطرة ملبسوا العمائم علی القلانس

میری اُمّت ہمیشہ دینِ حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں گے۔

۱۰......امیرالمؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنّ اللّٰہ امدنی یوم بدرٍ وّ حُنین بملٰئِکة یقیمون هٰذه العمامة انّ العمامة حاجرة بین الکفر والایمان

بے شک اللہ عزّ وجل نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں

بے شک عمامہ کفر اور ایمان میں فارق ہے۔ (رواہ بن ابی شیبہ وابوداؤد والطیاسی وابن المنیع والبیہقی)

۱۱......عبدالاعلیٰ ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

هکذا فاعتمو فان العمامة سِیمآء الاسلام و هی حاجرة بین المسلمین والمشرکین

اسی طرح باندھو عمامے کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

۱۲......مولیٰ علی کرم اللہ وجهه الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا:

هکذا تکون تیجان الملٰئکة (رواہ ابن شاذان)

فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

۱۳......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ تعالیٰ اکرم هذهِ الامة بالعصائب (رواہ بوعبداللہ محمد وابن رزاح فی فصل لباس العمائم عن مائد بن مادم مرسلا)

بے شک اللہ عزّ وجل نے اس اُمت کو عماموں کے مکرم فرمایا۔

۱۴......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانها سیماء الملٰئکة وادقو لها خلف ظهورکم

(رواہ طبرانی فی الکبیر عن عبداللہ ابن عمرو البیہقی عن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ)

عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس و پشت چھوڑو۔

۱۵ ......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم (رواہ البیہقی)

عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو وہ عمامے نہیں باندھتے۔

عن ابی الدردا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللّٰہ عزّوجل و ملٰئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں جمعہ کے دِن عمامہ والوں پر۔

۱۶ ......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ (رواہ الدیلمی)

عمامہ کے ساتھ نماز دَس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

۱۷ ......حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: العمائم یتجان العرب فاعتما تردادوا حلما و من اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطّۃ حطّھا خطیئۃ

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامے باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کیلئے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلا ضرورت یا ترک قصد پر) اتارے تو یہ اتارنے پر ایک خطاء ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ بارادہ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

۱۸ ......حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلا عمامۃ (رواہ الدیلمی وابن اسحاق)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

۱۹ ...... عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبداللّٰه عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم محدّثنی ملیاثم التفت الی فقال یا اَبا ایّوب الا اخبرك تحبه، و تحمله عنّی و تحدث به قلت بلیٰ قال دخلت علیٰ بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما و هو یتعمم فلما فرغَ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلیٰ احبها نکرم ولا یراك الشیطان الاولی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یقول صلاة تطوع اور فریضةً بعمامة تعدل خمسا و عشرین صلاة بلا عمامة و جمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملٰئکة یشهدون یوم الجمعة مقیمین فیسلمون علی اهل العمائم حتی تغیب الشمس (رواہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار)

یعنی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامے باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا، تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا دوست رکھو عزت پاؤگے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیرے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کے پچیس نمازوں کے برابر ثواب ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے پھر ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت احادیث مبارکہ ہیں جنہیں فقیر نے تاج الکرامته من تعمم العمامة میں درج کیا ہے اور یہ احادیث مبارکہ فقیر نے، مرقات، شرح مشکوٰۃ، ج ۴، ص ۲۴۷ اور صاحب مرقاۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ المقامة الغدبه فی العمامة والعذبة قلمی اور فتاویٰ رضویہ شریف، ج ۳ ص ۶،۷۷ سے نقل کی ہیں۔

ازالۂ وہم

بعض قلیل المطالعہ لعین علماء اور حقیقت بین نظروں میں جہلاء اس قسم کی احادیث کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف موضوع مجروح ہیں وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جوابات حاضر ہیں۔

۱ ......عمامہ شریف کی احادیث مختلف طریق کے لحاظ سے متواتر المعنے کا معنی درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی بن سلطان محمد القاری الحنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اپنے رسالہ المقامۃ الغدبۃ (قلمی) میں لکھتے ہیں: انه ثبت بالاخبار و الآثار انه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم تعمم بالعمامة مما کا و ان یکون متواتر فی المعنے آثار واخبار سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائمی طور پر عمامہ مبارک استعمال فرماتے اور یہ ثبوت (باصطلاح فن حدیث) متواتر المعنے کے طور پر حاصل ہوا ہے۔

جب عمامہ شریف کی سنت تواتر سے ثابت ہے تو اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے عمامہ شریف کے استخفاف اور استحقار کو کفر لکھا ہے۔ چنانچہ قائم الفقہاء والمفتیین حضرت علامہ سیّد زین العابدین رد المحتار اور نہر الفائق علی بحر الرائق و جیز کردری سے نقل کر کے لکھتے ہیں: لو لم بر السنة حقا کفر لا نه استخاف اگر کوئی عمامہ شریف کی سنیت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اس لئے کہ عمامہ شریف کی سنیت کا استخفاف واستحقار کفر ہے۔

۲ ......عمامہ تو عمامہ (سبحان اللہ) ارسال عذبہ (یعنی شملہ چھوڑنا جو کہ عمامہ کی فرع اور سنت غیر مؤکدہ ہے) کے متعلق علماء کرام نے فرمایا کہ اس کے ساتھ استہزاء بھی کفر ہے۔ کما نص علیه الفقهاء الکرام و امروا بترکه حیث یستهزی به الحرام کیلا یقعوا فی الهلاك سبوء الکلام

۳ ......اگرچہ ان میں روایات ضعیفہ بھی ہیں۔ لیکن طرق متعددہ کی وجہ سے مرتبہ حسن بلکہ صحیح کے درجہ میں پہنچی ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے المقامة العذیه قلمی میں و کذا ورد تعریصه علیه السلام علی التعیم فی احادیث کثیره و لو من طریق ضعیفه یعصل من مجموعها قوة ترقیها الی مرتبة الحسن بل الصحة

٤ ......اور وہ سب روایات ضعیفہ بھی نہیں بلکہ ان میں بکثرت سنداً صحیح بھی ہیں مثلاً ہم نے جو حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر لکھی ہے صحیح ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب اور نہ مہتم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی مخالفت علاوہ ازیں خاتم الحفاظ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا اور وہ اپنی اس کتاب کے خطبہ میں لکھتے ہیں: ترکت القشر و اخذت اللباب و صُفه عما تفروبه و ضاع او کذاب یعنی میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے کہنا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

۵......دورِ سابق میں بعض نے صرف پگڑی اتار کر چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھا تو فقہاء کرام کے ہدف ملامت ٹھہرے۔ چنانچہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المقامہ العذبہ میں لکھتے ہیں کہ و اما ما احدثه فقهاء زماننا من الهم یا تون المسجد همامة كبيرة يضعونها و يلفون بالفافة صغيرة و يصلون بغير عمامة فمكرو غاية كراهة

٦......بلکہ بعض یمنی مشائخ نے صرف ٹوپی کی عادت بنائی تو بھی فقہاء کی ملامت سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ یہی ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات، ج۴،ص ۴۲۷ میں لکھتے ہیں: لكن صاد شعار البعض مشائخ اليمن والله اعلم بمقاصدهم و نياتهم

فائدہ...... جب واضح ہوگیا کہ پگڑی باندھنا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ٹوپی مشرکین اور کفار کی وضع اور بعض ٹوپیاں فساق اور مبتدعین کا شعار مثلاً لوگ گاندھی اور نہرو، اور دیگر ہندوؤں مشرکین کفار کی سی ٹوپیاں پہنتے ہیں اور ایسا فعل مکروہ ہے جسے علامہ مناوی تیسر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: فالمسلمون يلبسون القلنسوة و فوقها العمامه اما ليس القلنسوه وحدها افذى المشركين فالعمامة سنة مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامے باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے اور جو فعل حضور نبی اکرم کی سنت مواظبہ کا خلاف یقیناً مکروہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحرالرائق، ج۳ص ۳۴ میں لکھتے ہیں: ان السنة اذا كانت مؤكدة قرية لا يدئد ان يكون تركها كراهة تحريم بے شک وہ فعل سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک مکروہِ تحریمی ہے۔

جس زمانہ میں سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمت یک لخت ترک کردے اس سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زِندہ کرنا سوشہیدوں کا ثواب ہے۔ اب دیکھئے عوام کے علاوہ اکثر علماء و مشائخ کے سروں سے پگڑی اُتر چکی ہے بجائے اس کے کہ علماء ومشائخ کو ہمارے ساتھ مل کر پگڑی کی اہمیّت بیان کریں۔ تختی سے اس عمل کے کاربند بنیں نہ کہ اُلٹا سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو موقعہ دیں کہ اتنا تب ہی تو وہ کہیں گے جب علماء و مشائخ کے سروں پر پگڑی نہیں کیا ضروری ہے کہ اتنا تکلیف گوارا کریں۔ اسی طرح سے پگڑی باندھنے کی سنت کی اہمیّت یکسر ذِہنوں سے نہ صِرف اُتر جائے گی بلکہ دَورِ حاضر کا ماڈرن مسلم اپنی تائید پیش کرے گا کہ علماء ومشائخ عمل نہیں کرتے۔ اس طرح سے سنت زِندہ کرنے کے بجائے اس اہمیت کو سخت دھچکا لگے گا۔ جس عمل کے ساتھ کسی غیر مذہب والے کے ساتھ تشابہ لازم آتا ہو تو اسی عمل سے بچنے کے لئے شدید تاکیدیں واقع ہوتی ہیں مثلاً نماز میں منہ اور ناک بند رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح سے مجوسیوں سے مشابہت ہوتی ہے کیونکہ وہ آگ کی پرستش کے وقت اس کے دھویں سے بچنے کیلئے منہ اور ناک بند رکھتے ہیں۔ اب ہمیں اس فعل سے روکا گیا۔ اسی طرح کمر میں کپڑا باندھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح امام کا طاق میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ ان میں اہل کتاب سے تشابہ ہوتا ہے۔ جب اہلِ اسلام کو غیر مسلموں کے شعار کے تشابہ سے روکا گیا۔ پگڑی نہ باندھنا اور سر پر ٹوپی وغیرہ متبدعین کا شعار نہیں ہے تو پھر اہل اسلام کیوں غیروں کو خوش کرتے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف۔

اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کے رسالہ سلب الغوایۃ عن مسلک اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کیجئے۔

تمتہ

عاشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محب شریعت کیلئے مذکورہ بالا تحریر سے ثابت ہوا کہ پگڑی باندھنا اور اس کے نیچے ٹوپی استعمال کرنا سچے عاشق اور صحیح اتباع کی علامت ہے۔

مسئلہ...... نماز میں عمامہ کا استعمال نماز کے مستحبات سے ہے جس کے ترک سے نماز میں خلل تو درکنار کراہت بھی نہیں کیونکہ یہ سنن زوائد سے ہے اور اصول فقہ کے قاعدہ کی بناء پر سنن زوائد کا حکم مستحبات کا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

لها آداب ترکه لا یوجب اساءة ولاعتابا لترک سنة الزوائد لکن فعله افضل

نماز کے مستحبات بھی ہیں ان میں کسی ایک کے ترک سے نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ عتاب
جیسے سنن زوائد کا ترک لیکن افضل ہے ان پر عمل کرنا۔

ردالمحتار شامی، ج ا میں ہے: السنة نوعان سنة الهدیٰ و ترکها یوجب اساءة و کراهة کالجماعة والاذان والاقامة و نحوها و سنة الزوائد و ترکها لا یوجب ذالک کسیر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فی لباسه و النفل و منه المندوب یثاب فاعله و لا یسئ تارکه الخ

یعنی سنت دو قسم ہے: (۱) سنۃ الہدی جس کا ترک گناہ اور مکروہ ہے جیسے نماز با جماعت اور اذان واقامت وغیرہ۔

(۲) سنت زوائد ان کا نہ گناہ ہے اور نہ مکروہ جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ لباس وغیرہ میں اسی طرح نوافل اور مندوب کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے عامل کو ثواب ملتا ہے لیکن ترک پر گناہ نہیں۔

مسئلہ...... رومال اگر ایسا بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں کہ سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ کے حکم میں ہے اگر چھوٹا ہو کہ جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں تو لپیٹنا مکروہ ہے جیسا کہ ملا علی القاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت المقامۃ الغد بہ (قلمی) ابھی گذری اور حدیث شریف بھی بیان ہوئی کہ فرق بیننا و بین المشرکین عمائم علی القلانس یعنی ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں اور حضرت سیدی شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ المعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ان تعمیم المشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمائم علی القلانس وهم یتمعون بدونها

یعنی مشرکین عرب کا پگڑی پہننا معلوم ہے معنیٰ یہ ہوا کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں اور وہ پگڑیاں ٹوپیوں کے بغیر پہنتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بڑے رومال کے نیچے ٹوپی ہو تو نماز جائز ہے ورنہ مکروہ۔ خالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا خلافِ سنت ہے لیکن سابقاً معلوم ہوا کہ پگڑی سنن زوائد سے ہے اسکے ترک سے نماز میں خلل نہیں آتا اور نہ ہی کراہت، لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

عقلی دلیل

امام صاحب قوم کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ مقتدیوں کے آگے آگے بارگاہِ حق میں حاضری دینے والے۔ اگر وہ ایسی ہیئت میں جائیں کہ جس سے دربار نفرت کرے تو ایسا نہ جانا اچھا۔ کچہریوں میں دفتروں میں درباروں میں جانے کیلئے ہمارے دور میں جن لباسوں سے نفرت کی جاتی ہے ایسے لباس پہن کر وکلاء، اُمراء، درباری لوگ نہیں جاتے۔ بلکہ ایسے ویسے لباس والے کو ساتھ لے جانے سے بھی گھبراتے ہیں مگر افسوس ہے ہمارے آئمہ پر کہ دربارِ حق میں حاضر ہوتے ہیں نمائندہ بن کر لیکن اس لباس میں نہیں جاتے جو اُن کے آقا کو محبوب ہے یعنی اُس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب لباس۔ ہاں آئمہ وعلماء وحفاظ نیز مشائخ نے جواز کی راہ ڈھونڈلی اور چلے گئے ایسے لباس میں جس سے اُن کے آقا کو نفرت ہے یعنی اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین انگریز، ہندو اور یہود کے لباس ہیں اگر وہ آقا کریم نہ ہوتا تو جیسے ہمارے دور میں اعلیٰ افسروں کے سامنے ان کے مطلوب لباس میں اگر نہ جانے والوں کو دھتکارا جاتا ہے وہاں بھی ایسے ہی ہوتا لیکن یہ صدقہ ہے امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ انہوں نے کئی راتیں آنکھوں میں کاٹ کر کھڑے کھڑے گزار دیں کہ ربّ العالمین اُن کی اُمّت کے ساتھ رحمت سے پیش آئے۔ چنانچہ وہاں سے وعدہ ہوگیا کہ اس کے دربار میں جس رنگ میں جائیں تو ان کیلئے رُکاوٹ نہیں۔ اب اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ ہم اس کے دربار میں عامی حال میں جائیں بلکہ اس شان میں حاضری دیں کہ وہ دیکھتے ہی ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اس کی وہی صورت ہے کہ جس صورت میں اُس کے پیارے حبیب کریم رؤف رّحیم علیہ الصلوات والتسلیمات نے حکم فرمایا ہے ورنہ صرف جواز کو دیکھا جائے تو ننگے سر بھی بہ نیت عجز وانکسار نماز جائز ہے جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ *ننگے سر نماز* میں عرض کردی ہے۔

اضافہ بعد استفاضہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک اور اس کی تفصیل

آخر میں فقیر اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پگڑی مبارک کے متعلق تفصیل عرض کرتا ہے تا کہ سنّتِ نبوی کے عامل کو اس پاک سنّت کے عمل میں آسانی ہو۔

سیّدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنے میں سنّت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے اوقات آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا۔ بعض نے کہا کہ خود کے سبب سے جس کو آپ جنگ میں پہنے ہوئے تھے۔ دستار کا رنگ میلا اور سیاہ ہو جاتا تھا اور نہ وہ دستار سفید ہوتی تھی مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ گز بیان کی گئی ہے پانچوں نمازوں کے وقت دستار بارہ ہاتھ اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ ہاتھ اور جنگ وجدل کے وقت دستار پندرہ ہاتھ۔

علماء متاخرین نے تجویز کیا ہے سلطان، قاضی، فقیہہ، مشائخ اور نمازی کو وقار، تمکین اور شان قائم رکھنے کیلئے اکیس گز تک لمبی دستار باندھنی جائز ہے اور دستار کی مسنون صورت یہ ہے کہ وہ لمبی یا زیادہ چوڑی نہ ہو اور دستار کا عرض آدھ گز ہونا چاہئے اس سے کسی قدر کم وبیش ہو تو کوئی حرج نہیں اور اُس کی لمبائی کم از کم سات گز ہو اس گز کے حساب جو چوبیس اُنگل کا ہوتا ہے اور سنّت یہ ہے کہ عمامہ باطہارت باندھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر باندھے اور پیچ کھولے پیچ پیچ کر کے کھولے یکبارگی اتار نہ ڈالے جب باندھنے میں پیچ پر پیچ باندھا گیا تو کھولنے میں بھی یہی ترکیب چاہئے دستار باندھ چکنے کے بعد آئینہ یا پانی یا کسی اور عکس دار چیز میں دیکھ کر اس کو دُرست کرے اور شملہ رکھ کر باندھے شملہ میں اختلاف ہے۔ اکثر اوقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پس پشت ہوتا ہے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ کی طرف اور بائیں طرف شملہ رکھنا غیر مسنون ہے اور شملہ کی کم از کم لمبائی چار انگل ہے اور زیادہ ایک ہاتھ پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا غیر مسنون ہے اور شملہ کو وقت نماز سے مخصوص سمجھنا بھی سنّت نہیں شملہ لٹکانا مستحب ہے اور زیادہ سنّتوں میں سے ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگرچہ اُس کے کرنے میں ثواب اور فضیلت بہت ہے اور روزہ میں لکھا ہے۔

اِرسال ذنبِ العمامۃِ بین اکتفینِ مندُوب

یعنی دونوں کے کاندھوں کے درمیان شملہ لٹکانا مستحب ہے۔

حدیثِ پاک میں آیا ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من تعمم قاعداً او تسوول قائما ابتلاہُ اللّٰہ

یعنی آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیٹھ کر عمامہ باندھے یا کھڑے ہو کر پاجامہ پہنے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بَلا میں مبتلا کرے گا جس کا دفعیہ نہ ہو سکے گا اور اگر معذور ہو تو جائز ہے۔

اور بعض معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو اکثر اوقات سیاہ سبز لباس میں مشہور نہ کرے یہ مکروہ ہے اور ممنوع ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من لبس ثوب شهرة آ فی الدنیا البسه اللّٰه ثوب مزلة آ یوم القیٰمة

یعنی جس شخص نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذِلت کا کپڑا پہنائے گا۔

اور اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو منع نہیں اور سب سے اچھا لباس سفید ہے اور ایسی دستار یا پاجامہ اور پیراہن اور چادر کے ساتھ بادشاہوں یا امیروں کے گھر نہ جائے جو سیاہ یا سبز ہوں، کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

ٹوپی کے احکام

ٹوپی دو قسم کی ہوتی ہے لاطیبہ دوسری ناشزہ۔ لاطیبہ اُسے کہتے ہیں جو سر سے ملی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سر پر رکھا اور ناشزہ وہ ہے جو سر سے ملی ہوئی نہ ہو بلکہ اوپر کو اُٹھی ہو، اسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم پہنا ہے اور بعض مشائخ اسکو پہنتے ہیں اور آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹوپی لاطیبہ بھی جو آپ عمامہ کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی لاطیبہ کے بغیر بھی عمامہ باندھ لیتے تھے۔ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی تھی۔ چنانچہ علماء شرفاء عرب اسی طریقے سے عمامہ باندھتے تھے۔

مسئلہ...... پس پشت پر شملہ لٹکانا مستحب سنت مؤکدہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دستار کا شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی نہیں۔ فقہا کے پاس شملہ کے لٹکانے کے متعلق قیاسی دلیلیں بہت ہیں وہ شملہ لٹکانا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں بعض بائیں طرف لٹکانا مستحب سمجھتے ہیں۔ اس کی سند قوی اور معتبر نہیں۔ اگرچہ اس بارہ میں بعض نے دلیلیں لکھی ہیں اور علماء متاخرین جہال زمانے کے طعن و تشنیع و تمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے اور فتاویٰ حجت و جامع لکھا ہے:۔

تر الذنب ذنب و رکعتان مع الذنب افضل من سبعین رکعتة بغیر ذنب والذب ستة انواع للقاضی خمس ثلثون اصبعا للخطیب احدیٰ و عشرون اصبعا و للعالم تبعا و عشرون اصبعا و لمتکلم سبع عشر اصبعا و لثلصوفی سبع اصابع و للعامی اربع اصابع

یعنی شملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے اور شملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بلا شملہ ستر رکعتوں سے افضل ہے اور شملہ چھ قسم ہے قاضی کیلئے پینتیس اُنگل کا شملہ اور خطبہ خوان کیلئے اکیس انگل اور عالم کیلئے ستائیس انگل کا اور طالب علم کیلئے سترہ انگل کا اور صوفی کیلئے سات انگل کا اور عام آدمیوں کے لئے صرف چار انگل کا۔

دستار کو بیٹھ کر نہ باندھے اور پاجامہ کھڑے ہو کر نہ پہنے۔ چنانچہ علماء اور شرفاء عرب اسی طریق سے عمامہ باندھتے ہیں۔

مسائل

۱......عمامہ باندھنا سنت ہے خصوصاً نماز میں کہ جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے عمامہ کے متعلق چند حدیثیں اوپر ذِکر کی جاچکی ہیں۔

۲......عمامہ باندھے تو اس کا شملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکالے شملہ کتنا ہونا چاہئے اس میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔ (عالمگیری)

۳......بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے یہ سنت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لاکر عمامہ میں گھرس دیتے ہیں یہ بھی نہ ہونا چاہئے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔

٤......عمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اتار کر زمین پر پھینک نہ دے بلکہ جس طرح لپیٹا ہے اسی طرح ادھیڑا جائے۔ (عالمگیری)

۵......ٹوپی پہننا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (عالمگیری)

مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ ہم اور ان میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔ یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں اور وہ صرف عمامہ ہی باندھتے ہیں اس کے نیچے ٹوپی نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہاں کے کفار بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے۔ بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ مشرکین عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔

دستار فضیلت

آج سے کئی سال پہلے پگڑی کو عزت کا لباس سمجھا جاتا تھا۔ ہر چھوٹا بڑا پگڑی باندھتا تھا۔ یہاں تک کہ غیر مسلم مثلاً ہندو اور سکھ بھی سر پر پگڑی رکھتے تھے۔ خصوصاً جب ان کو سفر پر جانا ہوتا یا کسی سے ملاقات کرنی ہوتی تو سر پر پگڑی رکھ کر جانا عزت وشرافت تصوّر کرتے تھے، بلکہ جب کسی روٹھے ہوئے دوست کو منانا ہوتا تو سر سے پگڑی اتار کر اس کے قدموں پر رکھ دیتے، پگڑی کی عزت کے پیش نظر سنگدل سے سنگدل آدمی کا دل بھی پسیج جاتا اور وہ فوراً اپنے دل سے کینہ باہر نکال کر پھینک دیتا اور اٹھ کر بغل گیر ہو جاتا۔ دوست کو یا حاکم کو راضی کرنے اور منانے کیلئے یہ بڑا کامیاب حربہ تھا اور کئی لوگ پگڑی کے واسطہ سے لوگوں سے لڑکی کا رشتہ لینے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ پگڑی اتنا عزت کا لباس تھا کہ لوگ اس پر پاؤں نہیں رکھتے تھے اور جب سر پر باندھنا ہوتا تو تعظیماً کھڑے ہو کر باندھتے اور پھر آئینہ میں اپنا منہ دیکھتے تھے۔ سکولوں میں جو چھوٹے بچے پڑھتے تھے ان کے سروں پر بھی پگڑی ہوتی تھی اور سکولوں کے اساتذہ کے سروں پر بھی پگڑی ہوتی اور پگڑی سے وہ بڑے پروقار اور باہیبت سمجھے جاتے تھے۔ حکام اور آفیسر بھی پگڑی رکھتے تھے اور دوکانوں میں پگڑیوں کیلئے خاص قسم کی ململ کا کپڑا ہوتا تھا۔ کارخانوں میں پگڑیوں کیلئے ململ سازی کی صنعت بڑے عروج پر تھی۔ اگر کسی غریب یا محنتی مزدور کو ململ کی پگڑی میسر نہ ہوتی تو وہ چادر یا پٹکا ہی سر پر باندھ لیتا تھا، لیکن ننگے سر پھرنا فرمانگی تصور کرتا تھا۔

جب پگڑی کا دور دورہ تھا اس زمانہ میں کوئی شخص اگر برہنہ نظر آتا تو برا منایا جاتا اور اس کو غنڈہ یا کمینہ تصور کرتے تھے اور بزرگ اس کی خوب مرمت کرتے تھے۔ پگڑی کو دھو کر اس کو مایہ لگانا اور پھر ایک قرینہ سے اس کا چننا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ رنگ ریزوں کا کام بڑے عروج پر تھا۔ ان کے پاس بھاری تعداد میں پگڑیاں رنگنے کیلئے یا مایہ لگانے کیلئے آتی تھیں اور اس کام سے ان کو فرصت نہیں ملتی تھی۔ عورتوں کے دوپٹوں کے رنگنے کا کام بھی رنگ ریز ہی کرتے تھے۔

ہائے افسوس! اب زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ مردوں کی پگڑی غائب اور عورتوں کا دوپٹہ غائب ہو گیا ہے۔ مرد کا سر بھی ننگا اور عورت کا سر بھی ننگا ہو گیا ہے۔ مردوں کی بزرگی جاتی رہی اور عورتوں کا حیا جاتا رہا۔ جو عورت دوپٹہ والی ہوتی اس کو شریف اور شریف خانہ کی بہو سمجھا جاتا تھا۔ اس کے برعکس گانے بجانے والی اور ناچنے والی عورتیں ننگے سر ہوتی تھیں اور وہ بھی اس وقت سے جب وہ اپنا فن دکھاتی تھیں ورنہ عام حالات میں وہ بھی سر پر دوپٹہ رکھنے کی عادی تھیں۔ اس وقت کچھ نہ کچھ ان میں نسوانیت زندہ تھی۔ اب تو اس کا جنازہ نکل گیا ہے اس لئے دوپٹہ اُڑ گیا ہے۔ ادھر دوپٹہ اُڑا ادھر دستار اُڑی زن و مرد نے جو مساوات کی مثال قائم کی اس کی کوئی مثال نہیں۔

پگڑی اچھالنا بھی ایک محارہ تھا۔ ماضی بعید میں تھا۔اب حال میں نہیں۔ اسکا مطلب کسی کی بے عزتی کرنا ہوتا تھا۔عزت کو پگڑی کا عنوان دیا جاتا تھا۔پگڑی اچھالنا یعنی عزت اچھالنا مفہوم ہوتا تھا۔انگریز کے عہد حکومت تک تو پگڑی عزت بن کر آدمی کے سر پر زینت بنتی رہی ہے۔انبیاء ورسل علیہم السلام سے لے کر اولیاء، علماء، صلحاء، شہداء رحمہم اللہ تک سب ہی دستارِ فضیلت سے مزین نظر آتے ہیں۔اس دور میں کہ پاکستانی حکومت کا دور ہے۔ہم مسلمان پگڑی سے بیزار ہیں اور ہم میں جو بھی انبیاء ورسول علیہم السلام کا سا عمل تھا وہ جاتا رہا ہے۔اب اکثر ننگے ہیں اس لئے اس کا رواج ہوگیا ہے۔سرداروں نے اس کو پسند کیا ہے اور ہم ہر بات میں سرداروں کا اتباع کرتے ہیں۔اس علیٰ دین ملوکھم :لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہ تیمور لنگ کے عہد میں لوگوں نے لنگڑا کر چلنے کو اپنا فیشن بنالیا تھا۔اس لئے کہ بادشاہ لنگڑا تھا۔وہ لنگڑا چلتا تھا مگر یار لوگوں نے اس کو تہذیب کا رنگ دے دیا اور جو کوئی اس کے خلاف کرتا وہ غیر مہذب کہلواتا تھا۔

آج پگڑی کے بارے میں بھی ہمارا ایسا ہی حال ہے۔بڑوں کی دیکھا دیکھی چھوٹوں نے بھی دستار سے یارانہ توڑ لیا ہے۔

زمانہ سابق میں مداری بھی اپنے تماشائیوں کو پگڑی کا ایک کھیل دکھایا کرتے تھے۔کسی کی پگڑی لیتے اور اس کو تھوڑا تھوڑا پھاڑ کر دیتے تھے اور پھر اس کو ثابت کر دیتے تھے اس پر ان کو زور تالیوں سے داد ملتی تھی۔اب تو وہ بھی حیران ہیں کہ کیا کریں جتنے تماشائی بیٹھے ہوتے ہیں کسی کے سر پر پگڑی نہیں ہوتی۔بے چاروں نے بامر مجبوری یہ کھیل ہی ترک کر دیا ہے۔ننگے سر والوں کی کثرت نہیں اکثریت ہے۔یہ بات اسلئے کہی کہ ہم میں مولوی یا صوفی یا شیخ قسم کے دیندار جو ہیں انہوںنے ایک درمیانی راہ اختیار کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے: خیر الامور اوساطھا نہ وہ ننگے سر والوں میں ہیں کہ یہ بدعتی ہیں اور نہ وہ پگڑی والوں میں ہیں کہ اب وہ ہے نہیں انہوں نے ٹوپی کو زیب سر بنایا ہے۔اور اس میں بھی تمام علماء ومشائخ کا اتفاق نہیں ہے۔

سب سے اعلیٰ ٹوپی جناح کیپ سمجھی جاتی ہے۔یہ عموماً علماء ومشائخ میں جو نوجوان صاحبزادے ہیں، وہ پہنتے ہیں۔اس کے بعد کپڑے کی ٹوپی ہے۔اس کی وضع اور تراش میں بھی بہت اختلاف ہے اور پھر رنگوں میں بھی اختلاف ہے۔

ایک تو وہ ہے جو حجاج کرام تبرک کے طور پر حرمین شریفین سے لاتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو یہاں پاکستان میں جنم لیتی ہے۔ان میں بعض مدور یعنی گول ہیں اور بعض کشتی نما ہیں۔اس درمیانی راہ میں چلنے والوں کا کہنا ہے کہ اس سے نماز بلا کراہت جائز ہے اس لئے کہ کتب فتاویٰ میں لکھا ہے یہ ٹھیک ہے،اس جواز کا انکار نہیں مگر اس میں فضیلت کا اقرار بھی نہیں۔فضیلت ہے تو پگڑی ہی میں ہے۔ ہم ذیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی روشنی میں علماء کرام کی جن کا قول سند کا حکم رکھتا ہے۔ تصریحات پیش کرتے ہیں۔

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس (رواہ ترمذی)

ہمارے اور مشرکوں کے فرق یہ ہے کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر باندھتے ہیں اور وہ ٹوپی کے بغیر پہنتے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب سر پر پگڑیاں باندھتے تھے اور اس وقت کے مشرکین اور بت پرست بھی پگڑیاں باندھتے تھے۔ ان سے امتیاز پیدا کرنے کیلئے مسلمان ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھتے تھے۔ یعنی سر پر ٹوپی رکھتے اور پھر اس کے اوپر پگڑی باندھتے تھے۔ ٹوپی کی دو قسمیں ہیں، ایک ٹوپی وہ ہے جو سر سے چمٹی ہوئی ہوتی ہے اور ایک وہ ہے جو سر سے اٹھی ہوئی ہوتی ہے۔

جرزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ بعض علماء نے ٹوپی پر پگڑی باندھنے کو سنت کہا ہے اور صرف ٹوپی پہننا مشرکوں کا لباس کہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھتے تھے اور ٹوپی کے بغیر بھی دستار باندھنا آپ سے روایت کیا گیا ہے دستار کے نیچے ٹوپی رکھنے کی بعض نے یہ توجیہ بیان کی ہے تاکہ دستار بالوں کے تیل سے آلودہ نہ ہو۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالوں کو تیل لگانے کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دستار کے بغیر صرف ٹوپی کا پہننا روایت نہیں کہ اس جہت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ٹوپی کا پہننا مشرکوں کا لباس ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، پگڑیاں عربوں کا تاج ہیں۔ اب تو عربوں نے بھی دستار کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ دستار ان کے آباؤ اجداد کا لباس تھا اور وہ ان کیلئے باعث فخر و زینت لباس تھا۔

ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اہل عرب کی عزت کا راز دستار میں ہے۔ جب دستار کو اتار پھینکیں گے تو ذلیل ہونگے ہوسکتا ہے آج اہل عرب کی ذلت و شکست اور بنی اسرائیل کے ان پر اور تغلب کا ایک سبب یہ بھی ہو۔ اس لئے یہ سمجھا گیا ہے کہ قومی اور ملکی لباس عزت ہے۔ آج ہم نے اپنا قومی لباس چھوڑ دیا ہے اور غیر ملکی لباس اپنا لیا ہے، بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ پاکستان میں سنا ہے کہ ایسے ہوٹل ہیں کہ ان میں کرتہ چادر یا شلوار پہننے والے اور پگڑی والے کو داخل ہونے کا حکم نہیں، وہ کتنا رئیس کیوں نہ ہو۔ آج اسکی عزت ہے جس نے شرٹ، کوٹ، پینٹ پہنی ہوئی ہو، مسٹر یا سر یا جناب کے معزز القاب و خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کی دفتروں میں کوئی عزت نہیں۔ کلرک ان سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ لمعات میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے دن پگڑی کے ہر پیچ کے بدلے ایک نور دیا جائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ صاحب عمامہ کی نماز فرض ہو یا نفل پچیس درجہ اس نماز سے افضل ہے جو عمامہ کے بغیر ہو اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کی ستر جمعوں کے برابر ہے جو بغیر عمامہ پڑھے ہوں۔ یہ تمام روایات عمامہ کی متعلق فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ دستار کا ٹوپی کے بغیر باندھنا خلاف سنت ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے مطابق وہ مشرکین کا اور بعض شہروں میں بدعتیوں کا لباس ہے اور یہ بھی لکھا ہے یمن کے بعض مشائخ کا شعار ہو گیا ہے کہ وہ بغیر ٹوپی کے دستار باندھتے ہیں۔ اللہ ہی ان کو بہتر جانتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ ایک چھوٹا تھا اور ایک بڑا تھا۔ چھوٹا چھ گز کا تھا اور بڑا دس گز کا ہوتا تھا۔ اس کو نووی نے ذکر کیا ہے ورنہ کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

هذا ما رقمه قلم الفقير القادری

علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

بہاولپور۔ پاکستان